اسلامی بینکاری ... کتنی اسلامی؟

سورۃ البقرۃ کی آیتوں ۲۷۸ اور ۲۷۹ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں سُود کی ہر شکل قطعی ممنوع ہے اور سُود اس لیے حرام قرار دیا گیا ہے کہ یہ ظلم اور استحصال کا سبب بنتا ہے۔ اسلامی تعلیمات سے یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ سُودی نظام کے متبادل کے طور پر اسلامی بینکاری کا جو بھی نظام وضع کیا جائے، اوّل: اس نظام میں سُود کا شائبہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ دوم: اس نظام سے سُودی بینکاری سے ہونے والے ہر قسم کے ظلم، ناانصافی اور استحصال کا لازماً خاتمہ ہونا چاہیے اور سوم: اس نظام کے نفاذ سے اسلامی نظامِ معیشت کے حصول میں نہ صرف معاونت ہونی چاہیے بلکہ تمام فریقوں کو لازماً سماجی انصاف ملنا چاہیے۔ گزشتہ برسوں کے تجربات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلامی بینکاری کے عملی نفاذ سے آخر الذکر دونوں مقاصد تو یقیناً حاصل نہیں ہو رہے جبکہ اسلامی بینکوں کی آڈٹ رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوّل الذکر مقصد کے ضمن میں بھی خاصے تحفظات موجود ہیں۔

'اسٹیٹ بینک آف پاکستان' کے اَحکامات کے تحت پاکستان میں یکم جنوری ۲۰۰۲ء سے سُودی بینک اور اسلامی بینکاری کے جھنڈے تلے کام کرنے والے بینک ساتھ ساتھ کام کر رہے ہیں چنانچہ سُودی نظام کو ملک میں دوام بخش دیا گیا ہے۔ بینکاری کا یہ متوازی نظام قطعی غیر اسلامی ہے۔ وہ قابل احترام علما جو مروّجہ اسلامی نظام بینکاری کی پُشت پر ہیں، اُنہوں نے حیران کن طور پر اس معاملے میں قطعی خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اور وہ یہ فتویٰ جاری نہیں کر رہے کہ یہ متوازی نظام بینکاری غیر اسلامی ہے، اس طرح وہ بھی سودی بینکاری کو برقرار رکھنے اور دوام بخشنے میں عملاً معاونت کر رہے ہیں۔ یہی نہیں، بیشتر اسلامی بینک نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کھولے گئے کھاتوں پر اپنے کھاتے داروں کو اپنے منافع میں حقیقی معنوں میں شریک نہ کر کے نہ صرف معاہدے کی خلاف ورزی کر رہے ہیں بلکہ ان کا

اِستحصال بھی کر رہے ہیں۔

اس حقیقت کا اِدراک بھی ضروری ہے کہ اگر آنے والی ناانصافی کو ختم کرنے کی کوئی سنجیدہ کوشش کرے بھی تو وہ ناکام رہے گی کیونکہ اُسے اپنی فنانسنگ (قرضوں) پر لی جانے والی شرحِ منافع بڑھانی پڑے گی جس کے لیے سرمایہ لینے والی بیشتر پارٹیاں تیار نہیں ہوں گی کیونکہ انہیں سُودی بینکوں سے کم شرحِ سُود پر قرضہ دستیاب ہے۔ واضح رہے کہ اسلامی بینک اپنے بچت کھاتے داروں کو اسٹیٹ بینک کے احکامات کے تحت ۶ فیصد سالانہ شرح منافع دے رہے ہیں جبکہ ملک میں افراطِ زر کی شرح تقریباً ۱۰ فیصد سالانہ ہے یعنی ۴ فیصد حقیقی منفی شرحِ منافع جو کہ استحصال کے زمرے میں آتا ہے۔

اب سے چند برس قبل تک علما حضرات کا موقف تھا کہ اسلامی بینکاری کی اصل بنیاد نفع ونقصان کی تقسیم پر قائم ہوگی اور اسلامی بینکوں کا بیشتر کاروبار مشارکہ و مضاربہ پر مبنی ہوگا جبکہ صرف عبوری دور کے لیے بوقتِ ضرورت کچھ دوسرے طریقے مثلاً مرابحہ وغیرہ اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ حیران کن طور پر عبوری دور کا لفظ اب عملاً حذف کر دیا گیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ اسلامی بینک مشارکہ و مضاربہ کے تحت اپنی مجموعی فنانسنگ (قرضوں) کا صرف ۳ فیصد فراہم کر رہے ہیں جبکہ پاکستان میں اسلامی بینک اپنے ۸۶ فیصد فنانسنگ مرابحہ اور اجارہ وغیرہ کے تحت کر رہے ہیں جہاں حتمی نتیجہ سودی نظام سے مختلف نہیں ہوتا۔ اسلامی بینک سرمایہ لینے والی پارٹی کے کاروبار میں ہونے والے نقصان کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے اور پہلے سے طے شدہ شرحِ منافع وصول کر لیتے ہیں۔

سُود پر مبنی معیشت کے ماحول میں اسلامی بینکاری کے تحت فنانسنگ کے طریقوں کو قابل عمل بنانے کے لئے علما حضرات بہت زیادہ لچک کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ اسلامی بینکاری میں جبکہ بہانے بازی کے تصور کو پروان چڑھادیا گیا ہے۔ اسلامی بینکاری کے فلسفہ میں علما کی منظوری سے بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں لائی جاچکی ہیں اور شریعت کے مقاصد پس پشت جاچکے ہیں۔ پاکستان میں سودی بینکوں کے اسلامی بینکاری کے ضمن میں کچھ اہم فیصلے ان سودی بینکوں کی انتظامیہ ہی کرتی ہے۔

بدنام زمانہ پی سی او کے تحت حلف اُٹھانے والی سپریم کورٹ کی شریعت اپیلٹ بنچ نے ۲۴ر جون ۲۰۰۲ء کو اپنی ہی بنچ کے ۲۳ر دسمبر ۱۹۹۹ء اور وفاقی شرعی عدالت کے ۱۴ر نومبر ۱۹۹۱ء کے سُود کو حرام قرار دینے کے فیصلوں کو کالعدم کر کے مقدمہ از سر نو شنوائی کے لیے

وفاقی شرعی عدالت کو بھیج دیا جہاں کے ۱۲۲/ماہ گزرنے کے باوجود شنوائی شروع ہی نہیں ہوئی۔ اسلامی نظریاتی کونسل، مذہبی جماعتوں اور علمانے اِس پر کسی اضطراب کا اظہار نہیں کیا۔ پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والے جج تو کیفر کردار تک پہنچ چکے ہیں مگر ان کا یہ تباہ کن فیصلہ پوری آب و تاب سے ۱۰ برس کا عرصہ گزرنے کے باوجود برقرار ہے۔ ان حالات میں عام مسلمان مایوسی کا شکار ہے۔

پاکستان میں ۹۶ فیصد کھاتے سودی بینکوں کے پاس ہیں جبکہ صرف ۴/فیصد کھاتے اسلامی بینکوں کے پاس ہیں۔ سپریم کورٹ کی جانب سے ڈھائی برس سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود قرضوں کی معافی اور اسٹیٹ بینک کے سرکلر ۲۹ مؤرخہ ۱۵/اپریل ۲۰۰۲ء کے ضمن میں فیصلہ نہ آنے سے ان قرضوں کی وصولی کا امکان تقریباً ختم ہو گیا ہے جس سے کئی سو ارب روپے کا جھٹکا لگے گا۔ وکلا برادری اور ریٹائرڈ جج صاحبان بھی اس معاملے میں خاموش ہیں۔ یہی نہیں ۱۰/اگست ۲۰۱۲ء کو اسٹیٹ بینک نے اپنی خود مختاری سے دستبردار ہو کر وزارتِ خزانہ کے ایک ذیلی ادارے کا روپ اپنایا اور پالیسی ریٹ کو ۱۲ فیصد سے کم کر کے ۱۰ء۵ فیصد کر دیا جس سے حکومت کو ملکی قرضوں پر سود کی ادائیگی کی مد میں کئی ارب روپے ماہانہ کی بچت ہو گی مگر اس کے نتیجے میں سودی اور اسلامی بینک اور نیشنل سیونگ سنٹرز میعادی کھاتے داروں اور سرمایہ کاروں کو دی جانے والی شرح منافع میں کمی کا اعلان کر دیں گے۔ شرحِ سُود میں کمی کے بجائے اسٹیٹ بینک کو بینکنگ اسپریڈ میں ۳۵۰ پوائنٹس کمی کا اعلان کرنا چاہیے تھا تاکہ بینکوں کے کھاتے داروں کو دی جانے والی شرح ۲۵۰ پوائنٹس اضافہ اور قرضوں پر مارک اَپ کی شرح میں کمی ممکن ہوتی۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ چند علما جو مروجہ اسلامی بینکاری کی پشت پر ہیں فتویٰ جاری کریں کہ موجودہ نظام/متوازی بینکاری غیر اسلامی ہے اور اگر سودی نظام کے تحت چھ ماہ بعد ڈپازٹس لینے اور ان کی تجدید کرنے پر پابندی نہ لگائی گئی تو وہ موجودہ اسلامی نظام بینکاری کی حمایت واپس لے لیں گے۔ موجودہ اسلامی نظام بینکاری کو شریعت کی روح کے مطابق لانے کے لیے ان جید علما سے جنہوں نے ۲۸/اگست ۲۰۰۸ء کو متفقہ فتویٰ جاری کیا تھا کہ مروّجہ اسلامی نظام بینکاری غیر اسلامی ہے اور اسلامی ذہن رکھنے والے بینکاری کے ماہرین کی مشاورت سے بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں اس نظام میں لانا ہوں گی۔ (شاہد حسن صدیقی)